علمی مضامین سلسلہ نمبر ۵۴

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

اَلْمُحَدِّثُ الْکَبِیْرُ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ رحمةً واسعةً سے میری ملاقات اُس زمانہ سے ہے جب آپ نے ٹنڈو الہ یار سے آ کر مدرسہ عربیہ اِسلامیہ نیوٹاؤن کی بنیاد ڈالی۔ [۱] اُس وقت صرف دو کمرے بنے تھے، باقی پوری جگہ خالی تھی ناہموار بھی تھی چہار دیواری نامکمل تھی۔ یہ دو کمرے موجودہ مسجد کے شمالی مشرقی حصہ میں تھے۔

---

[۱] معتبر ذرائع سے میں نے یہ بات سنی ہے اگرچہ اُن کا نام اَب ذہن میں نہیں رہا کہ اِن دونوں بزرگوں میں باہم رابطہ کا سبب یہ بنا کہ حضرتؒ کے عربی اَشعار کسی رسالہ میں شائع ہوئے اُس میں یہ اَشعار حضرت بنوری رحمة اللہ علیہ کی نظر سے گزرے جس سے حضرتؒ بہت متاثر ہوئے اَور ملاقات کا شوق پیدا ہوا بعد اَزاں حضرت بنوریؒ جب لاہور تشریف لائے تو دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ حضرت اَقدسؒ نے شاید تواضعاً اِس واقعہ کا ذکر نہیں فرمایا، واللہ اعلم۔

اَلبتہ میرے مشاہدہ میں یہ بات رہی ہے کہ جب بھی یہ دونوں بزرگ مل بیٹھتے تو حضرت بنوریؒ حضرت والد ماجدؒ سے عربی میں گفتگو کو ترجیح دیتے تھے اَور اِس گفتگو کی لطف اَندوزی حضرت بنوریؒ کے چہرے سے خوب عیاں ہوتی تھی، حضرت بنوریؒ کو ایک بار جامعہ سے گاڑی میں حضرت والد صاحبؒ رُخصت فرما رہے تھے اَحقر ڈرائیور کے ساتھ والی نشست پر آگے بیٹھا ہوا تھا حضرت بنوریؒ پچھلی نشست پر تشریف فرما تھے حضرت والد صاحبؒ نے میرے بارے میں فرمایا کہ یہ محمود میاں ہے تو اِس نام پر بہت خوش ہوئے اَور حضرتؒ سے عربی میں اِس کا اِظہار فرمایا جس کا مطلب جو یاد پڑتا ہے کچھ اِس طرح تھا کہ بہت .... مُحَمَّدٌ ، حَامِدٌ ، مَحْمُوْدٌ........ (محمود میاں غفرلہٗ)

ایک دفعہ (حاضری ہوئی تو) حضرت مولانا لطف اللہ صاحب (جہانگیرہ) مدظلہٗ اَور دُوسری دفعہ حاضری ہوئی تو حضرت مولانا نافع گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ پھر بارہا حاضری ہوئی تو شرفِ ملاقات حاصل ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مساعی میں برکت دی اَور جلد ہی اِتنی عظیم مسجد اَور بڑا مدرسہ جس کا کتب خانہ بھی بہت اچھا ہے بن گیا۔ اَور بفضلِ خدا بہت سے ممالکِ بعیدہ کے طلبہ کا مرجع بن گیا، اللہ تعالیٰ مولانا المحترم کے لیے اِس صدقہ جاریہ کو قائم رکھے اِس کا فیض مزید عام ہو۔

یہ مختصر مضمون تاثرات کا ایک خاکہ ہے۔

حضرت مولانا خود اِرشاد فرماتے تھے کہ میرے ساتھ حق تعالیٰ کے معاملات شروع ہی سے عجیب وغریب رہے ہیں اَور بالکل آغازِ زندگی سے حالات سنایا کرتے تھے۔ جب حصولِ علم کے لیے سفر شروع کیا اَور اَفغانستان تشریف لے گئے۔ اِن کی تفصیلات شاید مولانا کے رشتہ دار حضرات جو بچپن کے حالات سے واقف ہوں بتلا سکیں گے لیکن ہم نے جو اپنی آنکھوں سے قدرت کا عجیب معاملہ دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے علم میں ہندو پاک و بنگلہ دیش میں بڑا مدرسہ ایسا کوئی نہیں ہے جہاں ضرورتاً زکوۃ کی تملیک کرا کر اُسے حوائجِ مدرسہ پر صرف نہ کیا جاتا ہو لیکن حضرت مولانا کے لیے اللہ تعالیٰ نے مدرسہ کے لیے دیگر عطیات کا جو محض بمد اِمداد ہوں ایسا وسیع باب کھولا تھا کہ آپ کے تمام ترقیاتی منصوبے وغیرہ سب اِن سے ہی چلتے تھے۔

خداوندِ کریم نے اِستغناء بھی بہت بخشا تھا۔ ثقہ حضرات سے سنا ہے کہ کبھی کبھی معطی (چندہ دینے والے) حضرات کو آداب بھی سکھاتے تھے کہ زکوۃ جس پر واجب ہے وہ خود اَدا کردے۔ یہ ضروری نہیں کہ مدرسہ کے لیے رقم کے واسطے مدرسہ ہی کا آدمی بھیجا جائے۔

اِسی طرح برسوں سے یہ بھی سنتا آرہا ہوں کہ جب مدِّ زکوۃ کا فنڈ بقدرِ ضرورتِ مدرسہ پورا ہوجاتا تھا تو آپ دُوسرے ضرورت مند اَفراد یا مدارس کی طرف توجہ دِلادیتے تھے کہ ہمارے یہاں جتنی ضرورت تھی وہ رقم آگئی ہے فلاں جگہ ضرورت ہے اُنہیں دیں۔

حق تعالیٰ کے عجیب معاملات ہی میں سے ایک یہ معاملہ بھی تھا کہ آپ کو علامہ عصر حضرت

مولانا اَنور شاہ صاحب رحمہ اللہ سے تلمذ، مناسبتِ کاملہ اَور قرب حاصل ہو گیا۔ آپ کا یہ تعلق عنداللہ مقبول ہوا جو آخر حیات میں قادیانیوں کے خلاف سیادتِ تحریک کی شکل میں بھی سامنے آیا۔

آپ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے طریقہ پر مطالعہ علوم کرتے رہے ایک مرتبہ فرمایا کہ ڈابھیل کے قیام میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ ایک ایک بات کی تحقیق کے لیے میں نے پانچ پانچ سو، ہزار ہزار، دو دو ہزار صفحات کا مطالعہ کیا۔ سرسری نظر ڈال کر اگر کتاب دیکھی جائے تو بہت سے لوگ ایک ایک رات میں پانچ پانچ سو صفحوں کی کتاب دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن اگر بغور و تعمق مطالعہ کیا جائے تو یہ بہت ہی مشکل کام بن جاتا ہے اَور مولانا کی مراد یہی تھی۔

میں نے مولانا کی بعض عربی خاص اَدیبانہ تحریرات دیکھی ہیں اُن میں بکثرت عربی کے ایسے محاورات اِستعمال کیے ہیں جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ لغت کی کتابوں میں سے یاد کیے گئے ہیں۔

والد ماجد رحمہ اللہ سے میں نے مقامات پڑھی تھی۔ اُنہیں فِقْهُ اللُّغَةُ یاد تھی اَور حافظہ ایسا قوی تھا کہ مطالعہ کے بغیر بھی اُسی طرح پڑھاتے تھے دیگر اِستعمالات اِس کے علاوہ تھے۔ اَور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو منجد وغیرہ کے محاورات اَزبر تھے یہ کبھی جمع فرمائے اَور یاد کیے ہوں گے۔

ذوقِ اَدب بہت اَعلیٰ تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ دیوبند میں مولانا میرک شاہ صاحب اَندرابی (کشمیری) اَور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا عربی اَشعار قصائد میں مقابلہ رہا کرتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ اُن میں کون غالب رہتا تھا تو فرمایا کہ مفتی شفیع صاحب کے اَشعار اِن سے بہتر ہوتے تھے۔

خیر المدارس ملتان میں وفاق المدارس العربیہ کے اِبتدائی سالوں میں ایک دفعہ علماء سے خطاب فرما رہے تھے کہ درمیان میں مجھے خطاب فرمایا۔ میں متوجہ تو تھا مگر یہ خیال نہ تھا کہ کیوں خطاب فرما رہے ہیں، میں نے قدرے دائیں بائیں دیکھا کہ شاید اِس نام کے کوئی اَور صاحب ہوں۔ اِس پر دوبارہ مجھے خطاب کیا اَور عربی کا ایک شعر سنایا۔ اِس کے بعد ایک نشست میں فرمایا کہ فلاں رسالے میں

تمہارے شعر مامون دمشقی کے اَشعار سے اَچھے تھے۔ پھر اپنے قصائد میں سے مستحضر اَشعار سنائے۔

میں شاعر نہیں ہوں کبھی کبھار کوئی شعر بن جائے تو یہ شاعری نہیں۔ میں مولانا المرحوم کے حسنِ اِلتفات واِنبساط کو قائم رکھنے کے لیے اپنے اُستاذِ محترم مولانا عبدالحق صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے منتخب اَشعار سناتا رہا جن میں یہ اَشعار بھی تھے۔

یَا مَنْ تبَاعَدَ عَنِّیْ غَیْرُ مُکْتَرِثٍ
لٰکِنَّہٗ لِلضَّنِّیْ وَ السَّقَمِ اَوْصٰی بِیْ
تَرَکْتَنِیْ مُسْتَھَامَ الْقَلْبِ ذَا حَرَقٍ
اَخَا الْجَوِیِّ بَیْنَ بِلْبَالٍ وَ اَوْصَابٍ
اُرَاقِبُ النَّجْمَ فِیْ جَنْحِ الدُّجٰی کَلْفًا
کَاَنَّنِیْ رَاصِدٌ لِّلنَّجْمِ اَوْصَابِیْ

حضرت مولانا کا یہ ایک پہلو تھا جو گزرے ہوئے واقعات کے ذیل میں آگیا، ورنہ مولانا کو بفضلِ خدا تمام علوم مستحضر تھے۔ منطق کی کتابوں کی عبارتیں بھی یاد تھیں۔

مختلف مجالس میں بہت سی باتیں سامنے آتی رہیں۔ آپ نے اپنے یہاں مدرسہ میں شاید غیر ملکی طلبہ کی رعایت میں اِن علوم کی کتابیں نہیں رکھی ہیں۔ اَور غالبًا اِس طرف زیادہ توجہ رہی ہے کہ طلبہ علوم عالیہ میں زیادہ بصیرت حاصل کریں۔ اَور اُن کی توجہ.............اُمور کی طرف زیادہ ہو۔

غالبًا ۸/ جون ۱۹۷۴ء کے قریب کی بات ہے کہ حضرت والا اَور حضرت مولانا المفتی محمود مدظلہم دونوں ہی تشریف فرما تھے کہ میں نے منطق کی ایک کتاب کا ذکر کیا کہ وہ مجھے بہت پسند ہے۔ یہ کتاب مدینہ منورہ میں پھوپھی صاحبہ اُخت حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہما کے پاس مولانا کی الماری بھر کتابوں میں سے ایک تھی۔ یہ بوعلی سینا کی لکھی ہوئی ہے اَور اُنہوں نے منطق کے تمام قواعد منظوم کردیے ہیں۔ اَشعار طلبہ کو آسانی سے یاد ہوجاتے ہیں یہ کتاب پڑھا کر یاد کرا دی جائے تو سارے قواعد یاد ہی رہیں گے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ اَشعار کا ترجمہ اَور مختصر شرح اُردو میں آجائے۔

دونوں حضرات نے اِس مختصر کتاب ''رسالہ'' کو دیکھا اَور بہت پسند فرمایا اَور فرمایا کہ شرح کی ضرورت نہیں ایسے ہی طبع کرادیں فرمایا کہ ہم وفاق کے نصاب میں داخل کردیں گے۔ اِن حضرات کی رائے اِس قدر قوی دیکھ کر میں نے اِس کے پازیٹو بنوالیے۔ لیکن اَب مضمون لکھتے وقت اِن باتوں کے ساتھ یاد آیا کہ رسالہ اُن کی رائے کے احترام میں ویسے ہی طبع کرادینا چاہیے اگرچہ میری رائے اَب بھی وہی ہے کہ مبتدی کے لیے اِس کا ترجمہ مختصر تشریح تسہیل کے ساتھ ضروری ہے مگر کہنا یہ ہے کہ اُن دونوں حضرات کی بلندی علم اِسے سہل بتلا رہی تھی۔

حضرت مولانا کو علمِ طب میں بھی عبور تھا۔ حضرت مولانا جیسے ظاہراً پاکیزہ تھے اُسی طرح دِل بھی صاف رکھتے تھے اِسی لیے گفتگو اَور تقریر میں وفورِ جذبات اَور رقتِ قلبی وغیرہ کی کیفیت ہوجاتی تھی۔

طبیعت کی صفائی کی وجہ سے آپ کے لیے شاید یہ ممکن نہ تھا کہ کسی سے ناراض ہوں تو اُس سے اِس کا اِظہار نہ کریں، ظاہر و باطن یکساں تھا، معلوم ہوتا ہے بناوٹ کی نہ ضرورت تھی نہ قدرت۔

مولانا کا علمی تفوق جو ہمہ جہتی تھا بالخصوص حدیث پاک میں، پھر اِستغناء اَور قبولیت وھبیّہ دیکھتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ آپ کو کسی اَور سے عقیدت مندانہ تعلق ہوگا۔ لیکن جو مولانا کے ذرا بھی قریب ہوگا اُسے علم ہوگا کہ اُنہیں ہر اُس شخص سے تعلق ہوجاتا تھا جس کے بارے میں اُنہیں معلوم ہو کہ وہ خدا کا صالح بندہ ہے اَور ہر اُس بزرگ سے عقیدت ہوتی تھی جو واقعی اُن کی نظر میں اہل اللہ ہو۔ اَور اُس سے ایسا معاملہ فرماتے تھے کہ جیسے اپنا بزرگ تسلیم کرلیا ہو، باطنی اِستفادہ فرما رہے ہوں یا بیعت ہوں۔

مولانا عبدالغفور صاحب عباسی نقشبندی رحمہ اللہ مدینہ منورہ سے آتے تھے تو شروع شروع میں تو لاہور میں اِن کا قیام سنٹرل ہوٹل میں ہوتا تھا (جو لوہاری دروازہ کی طرف اَنارکلی کی آخری بلڈنگ ہے اَور مکی مسجد کے زیرِ دیوار ہے)۔ مولانا موصوف مسلم مسجد میں نماز اَدا کیا کرتے تھے اَور صرف سات آٹھ آدمی ساتھ ہوتے تھے۔ اُس وقت اَور اُس کے بعد اُن کے گرد ہجوم کثیر ہونے تک میں اُن سے ملتا رہا ہوں پھر مجمع زیادہ ہونے لگا اَور پھر بہت زیادہ ہونے لگا۔ اُس زمانے میں مولانا یوسف صاحبؒ کی

کراچی میں اُن سے ملاقاتیں بہت ہوتی رہیں اَور بہت سے لوگوں سے سننے میں آیا کہ مولانا اُن سے بیعت ہو گئے ہیں۔

اِس کے بعد ایک دفعہ مولانا سے لاہور ہی میں ملاقات ہوئی تو میں نے اَثناءِ گفتگو دریافت کیا کہ آنجناب کا تعلقِ بیعت کن سے ہے ؟ مولانا نے کچھ واقعات ذکر فرمائے اَور بتلایا کہ مولانا محمد شفیع صاحب نگینوی [۱] رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ مولانا نے اپنی بیعت کے سلسلہ میں صرف اُن ہی کا اِسمِ گرامی ذکر فرمایا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بیعت کا تعلق تو اُن سے ہی رہا۔ اگرچہ دیگر اَکابر کا بے حد اِحترام فرماتے رہے ہیں۔ میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہ تھا بعد میں مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لوگوں سے سنا کہ اُن کی ایک دفعہ عجیب کرامت بھی ظاہر ہوئی تھی۔ وہ ایک مذبوح جانور کا اِحیاء تھا بالکل ویسا ہی واقعہ جیسا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

اگست ۱۹۷۴ء کی بات ہے کہ حضرت مولانا نے مولانا عبد المعبود صاحب کا ذکر فرمایا (جو ایک معمر بزرگ ہیں موصل کے رہنے والے ہیں جو پاکستان کے شمالی پہاڑوں میں کافرستان کے قریب ایک موضع ہے) اُن کے بارے میں کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ وہ میرے دادا جان کے نوعمری کے دَور کے ملنے والے ہیں۔ والد صاحب سے ملتے ہیں تو اُن کی باتیں سناتے ہیں۔

مولانا عبد المعبود صاحب [۲] کا نام اَور اُن کی باتیں میں نے پہلے پہل اپنے ایک دوست مولانا عبد المجید صاحب سے سنی تھیں جو دارُ العلوم دیوبند کے فاضل ہیں اَور سکھر میں کاروبار کرتے ہیں اُن کی ملاقات مولانا عبد المعبود صاحب سے بحری جہاز میں ہوئی تھی جبکہ وہ حج کے لیے سفر کر رہے تھے۔ اِس کے کچھ دیر بعد ۱۹۶۳ء میں مولانا موصوف لاہور آئے اَور خاصا چرچا ہوا۔ اُس وقت متعدد بار ملاقات ہوئی اَور خود اپنے آپ باتیں کرنے کا موقع ملتا رہا۔

---

[۱] نگینہ ضلع بجنور کا ایک قصبہ ہے۔ یوپی میں واقع ہے پنجاب کی سرحد سے لے کر وہاں تک فاصلہ سومیل کے قریب ہوگا۔ بڑی ریلوے لائن جو مراد آباد، رامپور، بریلی، لکھنؤ، بنارس ہوتی ہوئی کلکتہ جاتی ہے، یہاں سے گزرتی ہے۔

[۲] مولانا عبد المعبود صاحب کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے : ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اَکتوبر ۲۰۰۴ء

مولانا سے میں نے اُن کی عمر کے بارے میں خود دَریافت کیا اَور یہ بھی معلوم کیا کہ آپ سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمر میں بڑے تھے یا آپ ؟ اُنہوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب مجھ سے کم اَز کم دس یا بارہ تیرہ سال بڑے تھے لیکن خود اپنی موجودہ عمر جو مولانا موصوف بتلاتے تھے اُس حساب سے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر مبارک مولانا سے چھوٹی بنتی تھی۔ مولانا کی بتلائی ہوئی عمر اُس وقت چٹان میں چھپی تھی۔ اُس سے اَگلے سال پھر چٹان میں موصوف کے بارے میں مضمون چھپا۔ اُس میں ایک سال نہیں بلکہ کئی سال عمر زیادہ چھپی۔ نیز حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اَور تمام اَکابر مشائخ دیو بند کے متوسلین کی رائے موصوف کے بالکل خلاف تھی اِس لیے مجھے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف عجیب سی لگی، ساتھ ہی یہ نئی بات علم میں آئی کہ مولانا مرحوم کے موصوف سے قدیم جدی تعلقات بھی نکل آئے۔ اِس لیے مناسب معلوم ہوا کہ مولانا سے اپنے شکوک ذکر کروں۔

میں نے کہا کہ اُن کا معمر ہونا کوئی ایسی بات نہیں جس کا اِنکار کیا جائے اِسی طرح اُن کا حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونا بعید نہیں ہے کیونکہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۱۷ھ ہجری میں ہوئی ہے۔

مراد آباد میں جناب مرزا احسن یار بیگ [1] صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وفات کے

---

[1] مراد آباد میں ۱۸۵۷ء سے یا اِس سے پہلے سے مغل خاندان آباد ہے اُس محلّہ کا نام مغلپورہ ہے، مرزا صاحب اُس خاندان میں گوہرِ بے مثل تھے پہلے یہ حال تھا کہ مصنوعی اَنگریز تھے اَنگریزی میں گفتگو کے حد درجہ شوقین تھے۔ فرماتے تھے کہ اَنگریزوں کے ساتھ کھیل وغیرہ کے موقع پر میں موازنہ کیا کرتا تھا کہ میں اُن سے زیادہ روانی سے اَنگریزی بول سکتا ہوں یا نہیں؟ میں اُن سے زیادہ رَوانی سے بولتا تھا۔ بعد میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے پھر تاحیات اِتباعِ سنت ہی نقطۂ نظر اَور محبوب ترین مشغلہ بنا رہا۔ سر سے پاؤں تک لباس، چپل اَور ہاتھ کی چھوٹی لاٹھی سب ہی علماء سے تحقیق کر کے اُسی طرح کی بنائیں جو سنتِ رسول ﷺ سے ثابت ہوئیں۔ وہ مجسمۂ اِتباعِ سنت تھے اپنی خاندانی مسجد آباد کی اَور خود ہی پانچوں وقت نماز پڑھانے لگے۔ اَنگریزی اَثرات سے بھی دُشمنی ہو گئی۔ میں نے اُن کی زبان سے کبھی کوئی لفظ اَنگریزی کا نہیں سنا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (باقی حاشیہ اَگلے صفحہ)

قریب حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ایک شخص نے اِجازت چاہی کہ حضرت مجھے اِجازت ہو تو میں لوگوں کو ذکر بتلا دیا کروں، آپ نے اُسے اِجازت دے دی۔ کچھ دیر بعد ایک اَور صاحب نے اِجازت چاہی آپ نے اُنہیں بھی اِجازت دے دی اَور فرمایا کہ کیا حرج ہے اللہ کا نام بتلا دیا کرو ۱ اِس طرح اُس وقت آپ نے چار آدمیوں کو اِجازت دے دی۔

نیز علماء کرام کو اِجازت ۲ دینے میں مشائخ نے توسع سے کام لیا ہے اِس لیے مولانا موصوف کا حضرت حاجی صاحب سے مجاز ہونا بھی بعید نہیں (اَور چلاس وغیرہ میں ۱۲۵ اَور ۱۳۵ سال کی عمر کے لوگ باآسانی مل جاتے ہیں) لیکن یہ باتیں جب مولانا کی دُوسری باتوں کے ساتھ ملتی ہیں تو اُن میں تردّد پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اَور حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ شریکِ مشورہ اَور پھر شریکِ جہاد رہے ہیں۔ بعد میں حضرت

(بقیہ حاشیہ ص ۲۱) جامعہ قاسمیہ مراد آباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی حاضر ہوتے رہتے تھے اَور وہاں کے دُوسرے علماء سے بھی مسائل کی تحقیق فرماتے رہتے تھے۔ مراد آباد میں تفسیر، حدیث، قراءت، فقہ اَور منطق وفنون کے ایسے کامل اَساتذہ تھے کہ اُن میں سے ہر ایک اگر دارُالعلوم میں ہوتا تو اپنے اپنے شعبہ کا مدرسِ اَعلیٰ بن سکتا تھا۔ ضرورت پڑنے پر حضرت مولانا فخر الدین صاحب نے شیخ الحدیث دیوبند کے فرائض دو مرتبہ سنبھالے۔ دُوسری مرتبہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرضِ وفات سے خود اپنی وفات تک اِس منصب پر فائز رہے۔ جامعہ قاسمیہ مراد آباد حضرت نانوتوی صاحب قدس سرہٗ نے قائم فرمایا تھا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ.

۱ اِس قسم کی اِجازت سے خاص اُس ذکر کے بتلانے کی اِجازت بھی مراد ہوسکتی ہے اَور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیعتِ توبہ کی یا اُس ذکر تک اَذکار کی تلقین کی اِجازت مراد ہو، بہرحال ایسے حضرات کو حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے خلفاء میں شمار نہیں کیا گیا۔

۲ ہر عالم جو باعمل ہو، چاہے اُسے کسی سے اِجازت ہو یا نہ ہو بیعتِ توبہ لے سکتا ہے یہ پرانا قاعدہ چلا آرہا ہے، اَلبتہ بیعتِ سلوک جس میں اَذکار ومراقبات اَور آخری مراقبۂ احسان تک کی تلقین کی جاتی ہے اُسے ''بیعتِ سلوک'' کہا جاتا ہے اِس کی اِجازت اُسے ہی دی جاتی ہے جس نے خود یہ راستہ طے کیا ہو۔ عرفاً خلافت کے لفظ سے ایسی ہی اِجازت مراد ہوا کرتی ہے۔

مولانا خلیل اَحمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی تعلقات کا اِظہار فرماتے ہیں اَور یہ کہ اُنہوں نے مدینہ منورہ میں اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی، وغیرہ۔

وہ ذکر فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بریلی میں اَحمد رضا خاں صاحب سے ملانے کے پروگرام سے لے گئے تھے اُدھر ہمارے اَکابر نے ایسے سب رجالِ کار کا ذکر کردیا ہے جنہوں نے ذرا بھی ایسے کاموں میں حصہ لیا ہو اَور سب ضبطِ تحریر میں آچکا ہے۔ ایسا اہم شخص جو اُن اَکابر کے ساتھ شریکِ معرکہ بھی رہا ہو، بقیدِ حیات ہو، سفر بھی بکثرت کرتا رہتا ہو بلکہ سیاح ہو حضرت شیخ الہند اَور حضرت مولانا خلیل اَحمد صاحب سے اُن کی ملاقات بھی رہی ہو، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شیخ الہند اَور حضرت سہارنپوری کے عظیم المرتبت اَور جلیل القدر خدام میں سے کوئی بھی واقف نہ ہو۔ کوئی تو ذکر کرتا یا پہچانتا۔

میں نے حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہم العالی سے دریافت کیا کہ جناب اُنہیں جانتے ہیں یا نہیں ؟ اَور کیا کبھی حضرت شیخ الہند سے یا اپنے کسی بزرگ سے اُن کا ذکر سنا ہے یا نہیں ؟ تو حضرت کا جواب آیا کہ ''نہ میں شخصِ مذکور سے واقف ہوں نہ اُن کے بارے میں کبھی کسی سے کچھ سنا''

اِسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب اَور حضرت والد صاحب جو اِسی قافلۂ مجاہدین بلکہ تحریکِ ولی اللّٰہی کے سب سے بڑے مؤرخ ہیں........ اِن سے ناواقف ہیں وہ بھی قطعی لاعلمی کا اِظہار فرماتے ہیں، موصوف کی یہ بے اَصل باتیں بہت مشہور ہوگئی ہیں اَور باعثِ اعتراض ہیں تو ایسی غلط باتیں وہ کیوں کرتے ہیں ؟

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سوال پر قدرے سکوت کیا، پھر فرمایا کہ

''اِس عمر میں ایسی باتیں ہوجایا کرتی ہیں۔''

(مولانا بنوری رحمہ اللہ کو) حضرت مولانا عبدالہادی صاحب دام ظلہم سے اِسی طرح کی عقیدت بھری محبت تھی۔ حضرت نے مولانا بنوری کو اپنے مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے بلایا۔ آپ کراچی سے کسی صاحبِ خیر کا ایک چیک بھی ساتھ لائے جو پچاس ہزار کا تھا، جب آپ نے وہ پیش کیا تو

حضرت دین پوری نے اِنکار فرمایا کہ جناب کو اِس خیال سے نہیں بلایا تھا لیکن مولانا کے اِصرار پر اُس وقت آپ نے رکھ لیا۔ مولانا کے روانہ ہونے کے بعد پھر حضرت کی طبیعت نہ مانی اَور وہ چیک بالآخر واپس کر ہی دیا۔

میں نے یہ واقعہ سنا تو اُن صاحب سے کہا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کریں کہ وہ مولانا بنوری کی اِمداد قبول فرما لیا کریں کیونکہ مولانا خود مال کے بارے میں مکروہ مال سے اِجتناب فرماتے ہیں۔ لیکن اُن سے میری یہ گفتگو مولانا کی وفات سے چند ہفتے پہلے ہی ہوئی۔ [۱]

رَحِمَهُ اللّٰهُ وَجَزَاهُ خَيْرًا

ایک دفعہ حضرت مولانا سے حضرتِ اَقدس مولانا شاہ اَشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آیا، تو آپ نے فرمایا کہ

"اُن کے علم میں خداوند کریم نے بہت برکت دی تھی کہ بہت قریبی جگہ سے جدھر خیال بھی نہ جاتا تھا اِستدلال فرما لیتے تھے حالانکہ وسعتِ مطالعہ (مطالعہ کا پھیلاؤ) بھی اِتنا زیادہ نہ تھا۔"

---

[۱] اِس واقعہ کی مزید تفصیل صاحبِ مضمون (حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب مدظلہم) کے حکم سے حضرت مولانا عبید اللہ اَنور مدظلہم سے معلوم کر کے لکھی جا رہی ہے۔ (اِدارہ خدام الدین)

ہوا یوں کہ ۱۹۷۳ء کے تباہ کن سیلاب نے دین پور شریف اَور خان پور کے تمام علاقے کو متاثر کیا۔ دُوسرے مقامات کے علاوہ یہاں بھی پیپلز پارٹی کے لوگوں نے مبینہ طور پر ظلم و شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بند توڑ دیا حضرت درخواستی مدظلہم حیدر آباد رہے کہ تمام مدرسہ نذرِ سیلاب ہو گیا اَور حضرت دین پوری ظاہر پیر میں قیام پزیر رہے۔ یہ بلا ٹلی تو واپسی ہوئی۔

یہ یکم رمضان کا دِن تھا، اِس کے بعد مدرسہ کے سنگِ بنیاد کے لیے حضرت نے مولانا عبید اللہ اَنور کو بلایا، اُدھر سے حضرت مولانا بنوری کو بھی بلایا۔ دونوں حضرات وہاں پہنچے تو حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ پچاس ہزار روپے کا ڈرافٹ ہمراہ لائے اَور حضرت کو پیش کیا۔ حضرت مسلسل اِنکار کرتے رہے، آخر مولانا بنوری نے مولانا عبید اللہ اَنور سے بھی سفارش کرائی۔ حضرت دین پوری اِس کو بہت بوجھ خیال فرماتے جبکہ مولانا بنوری نے عرض کیا کہ مجھ پر دینے والوں نے اعتماد کیا مجھے اعتماد کی جگہ چاہیے اَور آپ سے بڑھ کر کون ہے ؟ (باقی حاشیہ اَگلے صفحہ پر)

آخری بار مدرسہ میں تشریف آوری کے موقع پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر آیا تو بہت عظیم کلمات اِرشاد فرمائے کہ

''وہ اللہ کے ایسے مقبول بندے تھے کہ اُن کی ناراضگی خدا کی ناراضگی اَور اُن کی خوشنودی خدا کی خوشنودی تھی۔''

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴) بالآخر بصد مشکل ڈرافٹ رکھ لیا گیا ساتھ ہی چونکہ نوٹوں کی تبدیلی وغیرہ کا سلسلہ چل رہا تھا اِس لیے ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اِسے کیش کروالیا گیا اَور پھر حضرت دین پوری نے مولانا عبیداللہ اَنور کو لکھا کہ ہم پر بہت بوجھ ہے وہ رقم واپس کرنی ہے، آپ حاجی محمد یوسف صاحب یا حاجی شفیع اللہ صاحب میں سے کسی کو لکھیں کہ وہ آئیں اَور یہ رقم لے کر جائیں۔

یہ دونوں حضرات، حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے خاص عقیدت مند تھے اِبتداء میں حضرت سے شناسائی نہ تھی، قرآن عزیز کے لیے جو حضرات پیسے دے گئے وہ یہی تھے بعد میں شناسائی ہوئی۔ حضرت مولانا حبیب اللہ مہاجر مکی مرحوم سے بہت تعلق رہا۔ مولانا عبیداللہ اَنور اِن حضرات سے رابطہ کی کوشش کرتے رہے کہ اَچانک حاجی شفیع اللہ صاحب دین پور شریف پہنچ گئے اَور وہ رقم اُن کے ذریعہ واپس بھیج دی گئی۔

حضرت دین پوری دامت برکاتہم کا یہ اِستغناء اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت خلیفہ میاں غلام محمد صاحب قدس سرہٗ العزیز (والد بزرگوار) اَور آپ کے بعد حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کی حسنِ تربیت کا رنگ آپ کی پوری زندگی میں جھلکتا ہے۔ اِن دونوں بزرگوں کی زندگی فی الحقیقت قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی سوانح حیات تو سامنے آچکی ہے جس سے نسلِ نو بھی اُن کی عظمت کا اَندازہ لگا سکتی ہے۔ رہ گئے اَعلیٰ حضرت دین پوری قدس سرہٗ تو اُن کی سوانح بھی آیا چاہتی ہے جس کا نام ''ید بیضا'' تجویز ہوا ہے سامنے آنے پر اِس نام کی موزونیت صاحبِ تذکرہ کی سیرت کی جھلکیاں پڑھ کر معلوم ہوجائے گی۔

صاحبِ مضمون نے اِس موقع پر ۱۹۲۶ء کے جلسہ کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کی قائم کردہ اَنجمن خدام الدین کے زیرِ اہتمام ہوا تھا اُس میں وقت کے تمام اَکابر اَور جید علماء تشریف لائے۔ اِسی موقع پر حضرت علامہ سیّد محمد اَنور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ نے مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو اَمیر شریعت بنا کر سب سے پہلے بیعت فرمائی اَور پانصد جید علماء نے مزید بیعت کی۔ (باقی حاشیہ اَگلے صفحہ)

میں مولانا کو حیرت سے دیکھتا رہا، اُس وقت سواری کے اِنتظار میں تشریف فرما تھے۔ چند ہی منٹ بعد اُٹھ گئے میرے ذہن میں اُن کے یہ کلمات گھومتے رہے۔

دَرحقیقت حدیث پاک مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ ۱؎

یعنی ''جو میرے ولی سے دُشمنی کرتا ہے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔''

حَتّٰی اَکُوْنَ یَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا. ۲؎

یعنی ''حتی کہ میں اپنے (مقرب) بندے کا ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں وغیرہ۔''

جو روایات آئی ہیں اِن کے اِعتبار سے حضرت مولانا نے یہ جملے اِرشاد فرمائے کیونکہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ معرفت اَور اِتباعِ سنتِ نبویہ میں نہایت اَعلیٰ مقام پر تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵) اِس موقع پر تیسری بیعت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے کی جس کا ذکر اُنہوں نے خود کئی مرتبہ فرمایا (مولانا عبید اللہ اَنور سے بھی ذکر فرمایا) دُوسری بیعت کس نے کی؟ اِس کے متعلق صاحب مضمون نے مولانا عبید اللہ اَنور سے معلومات حاصل کرنے کی ہدایت کی، چنانچہ اُنہوں نے فرمایا کہ وہ مولانا ظفر علی خان تھے۔

صاحبِ مضمون مدظلہم نے علامہ اِقبال مغفور کی بیعت کے متعلق بھی مولانا عبید اللہ اَنور سے تحقیق کا حکم دیا، چنانچہ مولانا نے فرمایا کہ وہ بیعت میں شامل نہ تھے، بیعت صرف علماء کرام نے کی۔

اِسی طرح ''ختم نبوت وضرورت'' پر تقریر کے متعلق مولانا اَنور شاہ کا اِرشاد یہ ہے کہ یہ تقریر حضرت العلامہ مولانا شبیر اَحمد عثمانی نے فرمائی۔ جلسہ تو یہی تھا اَلبتہ اِجلاس کا تعین نہیں ہو سکا۔ ان اِجلاسوں میں علامہ اِقبال کے علاوہ سر شفیع اَور سر فضل حسین وغیرہ اَکثر لوگ شریک ہوئے۔ اِسی موقع پر سر شفیع نے وہ تاریخی جملہ کہا :

''کاش میری ماں مجھے تعلیم کے لیے وہیں بھیجتی جہاں شبیر اَحمد کی ماں نے اُنہیں بھیجا تھا۔''

اَور علامہ اِقبال مغفور نے تقریر سن کر جامع اَور بلیغ تبصرہ فرمایا اَور کہا کہ :

''اگر میں یہ تقریر نہ سنتا تو اِن مسائل کے معاملہ میں ناواقف ہو کر مرتا۔'' (او کما قال)

۱؎ بخاری شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۶۵۰۲

۲؎ دروس للشیخ علی بن عمر بادحدح ، ثمار محبة النبی ﷺ الجزء ۱۸۸ ص ۲۱

ایک مرتبہ خیرالمدارس میں وفاق کی میٹنگ کے موقع پر باتوں باتوں میں فرمایا کہ میں شرح ترمذی لکھ رہا ہوں، وہ میں نے سفرِ حج میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کی آپ نے دیکھ کر یہ ہدایت فرمائی کہ اِس میں غیر مقلد حضرات کے جواب میں بہت سخت قلم رکھا ہے، ایسا نہ ہونا چاہیے، اِس سے کتاب کی اَفادیت پر اَثر پڑتا ہے۔ فرماتے تھے کہ میں نے اِسی پر عمل کیا اَور ایسی عبارتیں بدل دیں۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے بعد حضرت مولانا اَلسید اَسعد صاحب مدظلہم سے بہت تعلق رہا اِسی داعیۂ محبت کے تحت اُنہیں دوبار اپنے یہاں بلایا، مولانا اَلسیّد اَرشد صاحب کے پاکستان آنے کا اِنتظام فرمایا۔ اِن حضرات کو اَور خود حضرت مولانا المرحوم کو حضرت مولانا عزیز گل صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سخاکوٹ، مالاکنڈ ایجنسی) سے اُن کی قابلِ رشک نسبت ہائے عالیہ کی بناء پر عقیدت ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اِن ہر دو حضرات کے لیے سخاکوٹ کے ویزا کا اہتمام فرمایا اَور اُن کی تشنگی بجھائی۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا.

ع نہیں معلوم جائے کس کے سر یہ دَردِ سر اَپنا

حضرت مولانا عزیز گل صاحب دامت برکاتہم العالیہ حضرت شیخ العالم مولانا محمود حسن صاحب اَسیر مالٹا رحمہ اللہ تعالیٰ کے اُن چند جلیل القدر تلامذہ میں ہیں جو حضرت سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اَسارتِ مالٹا میں بھی ساتھ رہے۔ خداوند کریم کے ہاں اُن کی اِس نیت کی قبولیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اَنگریز کی اِتنی وسیع عملداری کے باوجود اِن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اُستادِ محترم کے ساتھ مالٹا ہی میں پہنچادیا۔ بحمداللہ سب ہی اَسیر جو آپ کے متعلقین میں تھے نہایت حوصلہ سے ثابت قدم رہے۔ ضَاعَفَ اللّٰہُ اَجْرَھُمْ جَمِیْعًا .

حضرت مولانا عزیز گل صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے حضرت مولانا بنوری نور اللہ مرقدہٗ کو خود اِتنی زیادہ عقیدت تھی جسے ناپا نہیں جاسکتا، واقعات شاہد ہیں۔

جامعہ مدنیہ میں مولانا کی تشریف آوری سب سے پہلے ۱۹۶۴ء کے قریب ہوئی تھی اُس زمانہ

میں مدرسہ مسلم مسجد نیلا گنبد میں تھا۔طلبہ کی رہائش اِن دونوں جگہ کے علاوہ نیلا گنبد میں ایک کرایہ کے مکان میں بھی تھی مولانا کو ختمِ بخاری شریف کے لیے بلایا گیا تھا۔پھر خدا نے کیا کہ مدرسہ کی اپنی عمارت کریم پارک میں بننی شروع ہوئی۔

فروری ۱۹۶۶ء میں طلبہ و مدرسین یہاں آگئے اِسی سال آغاز موسمِ سرما میں مفتی محمود صاحب کی دعوت پر حضرت مولانا ایک جلسہ میں لاہور تشریف لائے اُور ایک شب جامعہ میں گزاری میں کراچی گیا ہوا تھا، یہ اِطلاع ملی تو دِلی مسرت ہوئی اِس کے بعد متعدد بار تشریف آوری ہوئی۔

مدرسہ کے یہاں (کریم پارک میں) آنے کے بعد آپ نے دومرتبہ ختم بخاری شریف کرایا ایک دفعہ ۲۳؍رجب ۱۳۹۴ہجری (۱۳؍اگست ۱۹۷۴ء) کو۔(اُس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ مجددیہ کندیاں شریف بھی اَچانک تشریف لے آئے) مولانا دَرخواستی صاحب مدظلہم بھی لاہور میں تھے آپ سے بعد مغرب دَرخواست کی تو آپ بھی تشریف لائے اُور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ختم کرانے کے بعد تقریر فرمائی۔

دُوسری مرتبہ (یعنی تیسری مرتبہ) ۸؍شعبان ۱۳۹۵ہجری (۱۷؍اگست ۱۹۷۵ء) کو آپ نے ختمِ بخاری کرایا۔اِس طرح آپ نے جامعہ میں تین بار ختم بخاری شریف کرایا۔

۱۹۷۴ء اُور ۱۹۷۵ء کی تقاریرِ ختم ملتی جلتی تھیں۔آپ نے بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث اُور سب سے آخری حدیث کی سند میں وجوہِ مماثلت بیان فرمائی اُور دونوں ہی دفعہ اِرشاد فرمایا کہ یہ میری اپنی ذاتی تحقیق و کاوش ہے (اُمید ہے کہ یہ تقریر آپ کے تلامذہ کرام میں سے کوئی نہ کوئی صاحب اپنے مضمون میں لکھیں گے اِس لیے میں اِسے نہیں لکھ رہا) یہ حضرت مولانا کی جامعہ میں آخری بار تشریف آوری تھی۔

آپ کے چار عظیم واضح و باہر صدقاتِ جاریہ ہیں :

(۱) تحریکِ ختم نبوت کی قیادت میں مرزائیوں کو غیر مسلم اَقلیت قرار دینے میں کامیابی کہ حکومتِ وقت نے اعلان کر کے فوراً اِسے تسلیم کرلیا۔(خدا کرے اِس سلسلہ کے بقیہ قانونی مراحل بھی

مکمل ہو جائیں)

(۲) حدیث میں شرح تقریرِ ترمذی۔

(۳) مدرسہ اِسلامیہ نیوٹاؤن۔

(۴) تحفظ ختمِ نبوت کے منصوبوں کے لیے اِس قدر عظیم فنڈ جمع کر دینا کہ ۳۶ لاکھ میں صرف اِس کا تعمیراتی خاکہ وجود میں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اَور مرحوم کے اِن صدقات کو جاری رکھے۔

مجھے اَفسوس ہے کہ میں ''لولاک'' میں مضمون نہ اِرسال کر سکا۔ تعمیلِ حکم میں اُس وقت جو چیز یاد آتی گئی لکھتا گیا ہوں۔ ع

گر قبول اُفتد.........

اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو مغفرت سے نوازے اَور اَعلیٰ علیین میں مقامِ عالی نصیب کرے اَور اُمتِ مسلمہ کو آپ کا بدل عطا فرمائے، آمین۔

نامناسب نہ ہوگا کہ آخر میں ایک روایت پیش کر دی جائے جس سے اہلِ علم کی عظمت کا اَندازہ ہو سکے گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے اَکابر یہ کہا کرتے تھے کہ عالم کی موت قصرِ اِسلام میں وہ دَراڑ (شگاف) ہے جسے کبھی کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَةٌ فِی الْاِسْلَامِ لَایَسُدُّهَا شَیْئٌ مَا اخْتَلَفَ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ.

(سُنن الدارمی رقم الحدیث ۳۳۳)

آپ نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے مشائخ وَاَساتذہ کی وفات کے بعد یہ کہتے رہے ہوں کہ ''اُن جیسا کوئی نہیں ملا'' اَور یہ حقیقت بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جیسے ہر آدمی کو شکلاً دُوسرے سے مختلف بنایا ہے اِسی طرح باطن اَور صلاحیت کے اِعتبار سے بھی ہر ایک دُوسرے سے مختلف ہے۔ لہٰذا اِسلام کے قلعہ میں جس جگہ وہ لگا ہوا ہے وہ اُسی کی جگہ ہوتی ہے اگر خدانخواستہ فیوض کی بقاء نہ ہوا کرتی تو دینِ اِسلام آگے نہ چلتا۔ اُمتِ محمدیہ پر خدا کی یہ خاص رحمت ہے کہ اُس نے اِس اُمت میں بقاءِ فیوض کا اِنتظام فرما دیا ہے ورنہ پہلی اُمتوں کی طرح آگے ہم تک اِسلام ہی نہ پہنچتا۔

ضَاعَفَ اللّٰہُ اَجْرَہٗ وَاَدَامَ فَیْضَہٗ

حامد میاں غفرلہٗ

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

جمعہ ۱۷؍صفر ۱۳۹۸ھ/ ۲۷؍جنوری ۱۹۷۸ء

(بشکریہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور)